OPEN ACCESS
AL-EHSAN
ISSN: 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 41-61

حضرت نظام الدین اولیاء کی صوفیانہ فکر اور اصلاح معاشرہ میں کردار

The Sufi Thought of Hazrat Nizam ud Din Aoulia and Role in the Reformation of Society

Dr. Sana Ullah Al-Azhari

Senior Assistant Professor

Departement of Humanities & Social Sciences, Bahria University, Islamabad

Abstract

Sheikh Nizam ud Din (634A.H) was a prominent Sufi of Chishti order in sub-continent and played a vital role in social reform of this area. This article discuss his Sufi thoughts and their impact on the society and demonstrate the true spirit of Chishti order in development of social behaviour of this regon.

شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کی وہ معروف شخصیت ہیں جو کسی تعارف کے محتاج نہیں کیونکہ انہوں نے دینی اور اجتماعی سطح پر انسانیت کو عموما اور مسلمانوں کو خصوصا بے حد فائدہ پہنچایا۔ ان کی سب سے بڑی خدمت جو قابل ذکر ہے اور جس کے ارد گرد ان کی صوفیانہ فکر کا فلسفہ گردش کرتا ہے وہ ہے کہ کس طرح انسان اور مسلمان کا اپنے خالق ومالک سے ٹوٹا ہوا رشتہ جوڑ دیا جائے مادیت کے اندھیروں میں بھٹکتی ہوئی اور جہالت کے گرداب میں تھپیڑے کھاتی ہوئی انسانیت کی اصلاح اور اس کو اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ ﷺ سے روشناس کرا دیا جائے۔

شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

"شیخ نظام الحق والدین بدایونی قدس سرہ آپ شیخ فرید الملت والدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خاص اور محرم اسرار ومحبت باوقار تھے اسم گرامی محمد بن دانیال بن علی بخاری تھا آپ کا لقب سلطان المشائخ سلطان الاولیاء تھا محبوب الٰہی کے خطاب سے مشہور ہوئے تھے پاک وہند کی

سرزمین آپ کے آثار و برکات سے مالا مال ہوئی۔ آپ کے جد بزرگوار اور جد مادری نانا خواجہ عرب دونوں آپ کے والد احمد دانیال کے ساتھ بخارا سے ہجرت کر کے لاہور تشریف لائے کچھ عرصہ لاہور میں رہے پھر بدایون (ہندوستان) میں آکر قیام پذیر ہوئے"۔(۱)

حضرت شیخ نظام الدین بدایوں میں ۶۳۴ھ کو پیدا ہوئے یہ وہی سال تھا جس میں سلطان التمش اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا انتقال ہوا تھا ابھی پانچ سال کے ہی تھے کہ والد ماجد بھی انتقال فرما گئے اور بدایون دفن ہوئے آپ کو آپ کی والدہ جن کا اسم گرامی زلیخا ودس سرہا تھا نے پرورش کی اس نیک بی بی نے خواجہ نظام الدین کی تربیت میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔

شیخ چھوٹی عمر میں ہی علوم مروجہ اور متداولہ میں طاق ہو گئے تھے بیس سال کی عمر میں حضرت نجیب الدین متوکل جو حضرت خواجہ فرید شکر گنج کے برادر حقیقی تھے کی صحبت میں بیٹھنے لگے انھیں کی وساطت سے آپ کو خواجہ فرید گنج شکر کے حضور رسائی ہوئی آپ پاک پتن پہنچے کہتے ہیں کہ جس دن حضرت خواجہ نظام الدین حضرت فرید شکر گنج کی خدمت حاضر ہوئے تو حضرت خواجہ فرید نے آپ کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا:

اے آتش فراقت دلہا کباب کردا
سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردا

ترجمہ: (تمہاری آتش فراق نے دلوں کو کباب کر دیا۔ تمہارے اشتیاق کے سیلاب نے جانوں کو برباد کر دیا۔)

یہ شعر نہیں تھا گویا تیر تھا کہ دل میں پیوست ہو گیا آپ اٹھے قدم بوس ہوئے اور مرید ہو گئے۔(۲)

یہ تھا وہ نتیجہ ان کوششوں کا جو آپ کے والدین اور بزرگوں نے آپ کی دینی اور روحانی تربیت میں صرف کی تھیں۔ اور یہ اس حقیقت کا بھی ثبوت ہے کہ اللہ تعالی جل جلالہ نے آپ کو منفرد مواہب اور صلاحیتوں سے نوازا تھا جن کی بنیاد پر آگے چل کر آپ نے خدا سے دور اور دکھی انسانیت کے لئے مداوا بننا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ایک ایسی شخصیت کے دامن روحانیت سے وابستہ ہوئے جو خود بھی معاشرے کی اصلاح اور مضطرب دلوں کی تسکین کا سبب تھی۔

شیخ نظام الدین اولیاء اور چشتیہ سلسلے کا عروج

جب ہم برصغیر میں اسلام کے سورج کی روشنی قریہ قریہ گاؤں گاؤں کوچہ کوچہ گلی گلی پھیل جانے کی بات کرتے ہیں تو صوفیہ کے مختلف سلاسل کی خدمات کا تذکرہ کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ان ہی سلاسل میں سے بہت زیادہ اہمیت کا حامل روحانی سلسلے کا نام سلسلہ چشتیہ ہے۔ یہاں ایک شبہے کا ازالہ ضروری ہے جو ہر مبتدی کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ ان سلاسل کی کیا ضرورت ہے اور اسلام کا ان کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

میری ذاتی رائے میں یہ اسلام کے روحانی نظام جس کا مقصد تزکیۂ نفس یا طہارت قلب ہے اس نظام کے مختلف چشمے ہیں جو پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں ان کی ظاہری شکل جو مختلف تقالید یا اعمال پر مشتمل ہے وہ ایک دوسرے سے انوائرمنٹ کے تقاضوں کے مطابق مختلف تو ہو سکتی ہے لیکن اس کے پیچھے جو اصل مقصد کارفرما ہے جس کا ذکر ابھی ہم نے کیا ہے اور وہ ہے تزکیۂ نفس اور طہارت قلب اس میں دنیا کے تمام خطوں میں کہیں بھی اور کسی دور میں بھی اختلاف نہیں رہا اور نہ قیامت تک رہے گا۔ اگر یہ بات سمجھ میں آجائے تو تصوف اور اسلام کا چولی دامن کا ساتھ سمجھ میں آجاتا ہے۔ اور دونوں لازم وملزوم بن جاتے ہیں کیونکہ تصوف کوئی اجنبی یا اسلام سے متصادم تحریک نہیں بلکہ اسلام کے روحانی تربیتی نظام کی عملی دعوت دیتی ہے۔ اور جن صوفیا نے اس میدان میں خدمات سرانجام دی ہیں وہ انسانیت اور مسلمانوں کے بہت بڑے محسن ہیں کیونکہ میری نظر میں جسمانی اطباء کی طرح روحانی اطباء کا وجود انسانیت کے لئے عام طور پر اور مسلمانوں کے لئے خاص طور پر بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ صاحب تاریخ مشائخ چشت لکھتے ہیں:

> "ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کی داغ بیل حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں پڑی حضرت بابا فرید گنج شکر نے اسے منظم کیا اور حضرت نظام الدین اولیاء نے اسے معراج کمال تک پہنچایا نصف صدی سے زیادہ دہلی میں ان کی خانقاہ ارشاد و تلقین کا مرکز اور رشد وہدایت کا سرچشمہ بنی رہی ملک کے گوشے گوشے سے لوگ پروانوں کی طرح وہاں جمع ہوتے تھے اور عشق الٰہی کی تپش اور خدمت خلق کا جذبہ لے کر واپس جاتے تھے"۔(۳)

صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ دنیا کے گوشے گوشے میں سکونت پذیر صوفیائے کرام مراکز رشد وہدایت کا فریضہ دیتے رہے اور دے رہے ہیں۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عشق الٰہی کی شمع درماندہ دلوں میں روشن کرنا اور دوسری طرف خدمتِ خلق اور محبتِ مخلوق خدا اور اپنی ذات کی اصلاح یہی وہ پانچ نکات ہیں جن کے اردگرد تصوف اور صوفیائے کرام کی زندگی کا لمحہ لمحہ خرچ ہوتا ہے۔ اسی لئے انہیں ہر دور میں مخلوق خدا اور اپنے خالق عزوجل اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کا سہارا ہمیشہ ساتھ ساتھ رہا، اور اپنے ماننے والوں کے دلوں میں بھی انہی صفات کو جاگزیں کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

لاکھوں آدمی طالبان حق خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ فروغ حاصل ہوا جو اس وقت کے اولیاء میں سے کسی کو نصیب نہ تھا۔ دولت ظاہر کا یہ حال تھا کہ ہزاروں روپیہ روزمرہ حضرت کے لنگر میں خرچ ہوتا اور ہزاروں روپیہ نقد خیرات کیا جاتا اور باطنی فیض کی یہ حالت تھی کہ جو طالب حق بصدق اعتقاد خدمت میں حاضر ہوتا بتاثیر کیمیا اثر ولی کامل ہو جاتا۔[۴]

یہی وہ پاک ہستیاں ہیں جنہوں نے ذکر الٰہی اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حرز جاں بنایا۔ قرآن وحدیث کی تعلیمات کو تنگی اور فراخی دونوں حالتوں میں اپنے گلے سے لگایا جس کے نتیجے میں انہیں اُن انعامات سے نوازا گیا جس کا وعدہ اللہ پاک نے اپنے مقرب بندوں سے کر رکھا ہے، جس کا ذکر یوں آتا ہے: "قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم والله غفور رحيم[۵] اللہ کا ولی ہی اللہ کا محبوب ہوتا ہے اور اللہ کا محبوب ہی اللہ کا ولی ہوتا ہے۔

سلطان جلال الدین خلجی نے گاؤں پیش کرنے کی اجازت چاہی تو فرمادیا مجھے اور میرے مریدوں کو تمھارے گاؤں کی کوئی ضرورت نہیں میرا اور ان کا خدا کارساز ہے اور سیر سامان ہے بعد میں جب فتوح کا دروازہ کھل گیا اور جب ہزاروں لوگ آپ کے لنگر سے کھانا کھانے لگے اس وقت انکا یہ حال تھا کہ مسلسل روزے رکھتے تھے اور سحری کے وقت اس لیے کھانا نہ کھاتے تھے کہ شہر میں کچھ لوگ بھوکے سو رہے ہونگے۔ خلق کی اسی دردمندی نے انہیں اقلیم دل کا حکمران بنادیا تھا کوئی شخص اپنی لڑکیوں کے رشتے کی وجہ سے پریشان ہوتا تو ان کی خدمت میں حاضر ہوتا کوئی سلطان کی بے التفاتی سے رنجیدہ خاطر ہوتا تو ان سے عرض حال کرتا دل میں کوئی خلش ہوتی تو بے اختیار انکی طرف قدم اٹھنے لگتے حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ ہر ایک کا درد غم سنتے اس کے

زخموں پر مرہم لگاتے اور پھر بارگاہ خداوندی میں ایک ایک تکلیف اپنے اوپر طاری کر کے دعا فرماتے۔ لوگ سچ کہتے ہیں کہ بابا فرید نے انکے لیے دعا کی تھی "کہ تو ایک ایسا درخت ہو گا جس کے سایہ میں ایک خلق کثیر آسائش و راحت سے رہے گی" تقریبا پچاس سال تک انسانی دلوں نے اس طرح انکی خانقاہ میں راحت و سکون حاصل کیا جیسے کوئی تھکا ہارا مسافر تمازت آفتاب سے خستہ جان ٹھنڈے اور سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ کر فرحت و اطمینان کا سانس لیتا ہے۔ حضرت محبوب الٰہی کی خانقاہ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا امیر و غریب عارف و عامی شہری اور دیہاتی بوڑھے اور بچے سب ہی انکی خدمت میں حاضر ہوتے تھے جو شخص جس وقت آپ سے ملنے آتا اسی وقت بازیابی کی اجازت دی جاتی۔[۶]

اللہ تعالیٰ کی ذات پر پختہ توکل یقین کامل قناعت کا اعلی درجہ صوفیائے ربانیین کی زندگی کا لازمی جزء ہوتا ہے۔ خلق خدا امیر ہو یا غریب کی طرف مالی منفعت کے لئے امید رکھنا اُن کے لئے ایک گناہ سے کم نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے سے بڑے جاگیر دار صاحب منصب حکومتوں کے بادشاہ اُن کے خدمت گار تو ہوسکتے ہیں لیکن اُن پر اپنے منصب یا مادیت کے اعتبار سے اثر انداز نہیں ہوسکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے جو قرآن پاک میں ذکر کی گئی ہے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں: "**وَمَن يَتَّقِ الله يجعل له مخرجاً و يرزقه من حيث لا يحتسب ومن يتوكل على الله فهو حسبه،**[۷]" اور دوسرے مقام پر اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں: "**ومن يتق الله يجعل له من أمره يسرا**"[۸]، اور پھر فرمایا: "**فاعبده وتوكل عليه**"[۹] ان فرمودات الٰہیہ پر جس کا پختہ ایمان ہو جائے وہ انسان دنیا اور دنیا داروں کی محتاجی سے باہر نکل جاتا ہے۔ دنیا سے محبت دنیا کی چمک دمک عیش وآرام سے نہ صرف وہ صرف نظر کر لیتا ہے بلکہ ان چیزوں میں سے جو کچھ بھی اس کے پاس ہوتا ہے وہ مخلوق خدا پر قربان کر دیتا ہے کیونکہ اُس کا اس بات پر پختہ ایمان ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے کبھی بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا۔ یہی وہ احساس ہے جو انسان کو قوت و استقامت کا پہاڑ بنا دیتا ہے اس پر آنے والی تمام مشکلات اُس پہاڑ کے ساتھ ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی ہیں اور وہ وہیں پہ کھڑا مخلوق خدا کے لئے ڈھال کا کام کرتا رہتا ہے۔ یہی وہ روشن اور پختہ کردار تھا جو آپ نے برصغیر کے مسلمانوں کی اصلاح اور قوت کے لئے ادا کیا اور جس کو دنیا دیر تک یاد رکھے گی۔

مریدین سے توبہ کروانے پر خصوصی توجہ

اسی زمانہ میں شیخ الاسلام نظام الدین اولیاء نے بیعت عام کا دروازہ کھول رکھا تھا وہ گنہگاروں کو خرقہ پہناتے تھے اور ان سے توبہ کرواتے تھے ہر شخص کو خواہ خاص ہو یا عام مالدار ہو یا غریب آزاد ہو یا غلام ہر ایک کو ٹوپی اور مسواک دیتے اور توبہ کراتے تھے اور سب لوگ چونکہ اپنے آپ کو حضرت کا مرید اور خدمت گار سمجھتے تھے اسلئے بہت سی نا مناسب باتوں سے پرہیز کرتے تھے اور اگر حضرت کے یہاں آنے والوں میں سے کسی سے نافرمانی یا لغزش ہو جاتی تو وہ بیعت کی تجدید کر کے توبہ کا خرقہ لے لیتا تھا یہی وجہ تھی کہ حضرت کے مرید ہونے کی شرم بہت سے لوگوں کو کھلم کھلا یا چوری چھپے بہت سی برائیوں کے ارتکاب سے بچاتی تھی اور خلق خدا عام طور پر صحیح اعتقاد اطاعت خداوندی اور عبادت الٰہی کی طرف رغبت رکھتی تھی خاص اور عام کے دلوں میں نیک فکر اور نیکوکاری نے جگہ پکڑ لی تھی مرد عوت بوڑھے جوان غلام اور نوکر سب نماز ادا کرتے تھے زیادہ تر مرید چاشت اور اشراق کے پابند ہو گئے تھے۔

شہر غیاث پور تک مختلف مقامات پر چبوترے بنائے گئے تھے چھپر ڈال دیئے گئے تھے کنویں کھدوائے گ ئے تھے پانی سے بھرے ہوئے مٹکے اور مٹی کے لوٹے رکھے گئے تھے چٹائیاں بچھی رہتی تھیں ہر چبوترا اور ہر چھپر میں ایک حافظ اور ایک خادم مقرر کر دیا گیا تھا تاکہ مریدوں، توبہ کرنے والوں اور نیک لوگوں کو شیخ کے آستانے پر آنے جانے میں نماز کے وقت وضو کرنے میں دقت و تردد نہ ہو۔(۱۰)

اسی لیے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

تری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی

حدیث پاک میں ایک گناہ گار مسلمان کے لئے ایک ایسا مژدۂ جانفزا سنا دیا گیا ایک ایسی خوشخبری کا اعلان کر دیا گیا جس پر وہ جتنا بھی خوش ہو اتنا ہی کم ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: "عن عبداللہ بن عباس قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم: "التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ"(۱۱)

"یعنی مثال گناہوں سے توبہ کرنے والے کی ایسی ہی ہے گویا اس نے گناہ ہی نہیں کیا"۔

اسی حدیث پاک کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ لوگوں سے توبہ

کرواکر انہیں مستقبل کی زندگی گناہوں سے پاک کرنے کی تلقین فرماتے۔ خالق سے جن دلوں کا رشتہ ٹوٹ چکا تھا اور مادیت کے گہرے کنویں میں وہ روحیں سسک رہی تھیں جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں کھارہے تھے اُن کو نور محبتِ الٰہی کی کرنوں سے آگاہ کیا۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں لاکر انہیں پاک اور صاف فرمایا۔ اور اس مقصد کے حصول کے لئے اپنی تمام توانائیاں صرف کردیں اور دامِ درہم سخنے پوری طرح ایثار و قربانی کا مرقع بن کر سالکین راہ رضائے الٰہی کے لئے ایک نمونہ پیش کیا۔

شیخ نظام الدین اولیاء کے خلفاء

حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں سے چشتیہ سلسلے کے اثرات ہندوستان کے ہر ہر حصہ میں پہنچ گئے گلزار ابرار میں آتا ہے۔

"ان ایام میں زمین ہند کو عجیب زمانہ حاصل تھا کیونکہ آپ کی بارگاہ سے وقتاً فوقتاً جو نئے خلیفہ روانہ ہوتے تھے ان کی فیض پاشی سے ہند کا ہر مکان اور ہر قطعہ زمین ہدایت آباد تھا آپ نے بڑے بڑے شہروں میں بڑے بڑے مرتبے والے سات سو ایسے خلیفہ ارسال کیے تھے کہ گویا ہر شخص کے سینے سے عرفان کا آفتاب طلوع ہوتا تھا۔(۱۲)

جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اسلام کی نشرواشاعت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن کردار کے دو پہلو ہیں: پہلا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انفرادی مساعی جمیلہ اور دوسرا آپ کے تلامذہ کی باہمت اور پرجوش کوششیں۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور سیرت طیبہ کی پیروی کرتے ہوئے آپ نے بھی ایک طرف انفرادی کوششوں سے اسلام کی نشرواشاعت کو چار چاند لگائے اور دوسری طرف اپنے تلامذہ کو اسلام کے روحانی نظام سے سیراب کرکے دور دراز علاقوں میں بھیجا جہاں پر جاکر انہوں نے قرآن و حدیث کی تعلیمات کو عام کیا۔ اپنے مرشد کریم سے حاصل کردہ روحانی فیض سے بے چین اور مضطرب روحوں کا روحانی علاج کرکے ان کے سکون کا باعث بنے۔

اجتماعی کوششیں

اس مقالے کے مذکورہ بالا حصے میں باحث آپؒ کی اسلام کی ترویج کے لئے انفرادی کوششیں زیر بحث لایا جبکہ ملحقہ حصے میں تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو عام کرنے کے سلسلے

میں اپنے شاگردانِ کرام کے ساتھ ملکر کی گئی اجتماعی کوششیں ذکر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ وہ خوش نصیب تلامذہ جنھیں آپؒ نے اس عظیم کام کے لئے منتخب فرمایا تھا اُن کی تعداد تو کئی سو کے لگ بھگ ہے لیکن باحث آپؒ کے صرف چار مشہور خلفائے کرام کا مختصر تعارف پیش کر رہا ہے۔

۱۔ شیخ شمس الدین یحیٰ

شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کو ان سے تلمذ تھا ایک قصیدے میں فرماتے ہیں:

سألت العلم من أحياك حقا

فقال العلم شمس الدين يحي(۱۳)

اہل علم سے یہ بات مخفی نہیں کہ اس ایک شعر کے اندر ایک مرید اپنے مرشد کے علم و فضل کا اعتراف کس عظیم اور خوب صورت طریقے سے کر رہا ہے ایک ایسا تعارف ایک ایسا خراج عقیدت ایک ایسی والہانہ محبت اور روزِ روشن کی طرح عیاں حقیقت جس کا انکار کسی صورت نہیں ہو سکتا کو عظیم الشان پیرائے میں بیان کر رہا ہے جس میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہہ رہے ہیں اور شاید یہ ایک شعر بڑی بڑی کتابوں کے مترادف ہو جو کسی کا تعارف بیان کرنے کے لئے لکھی گئی ہوں۔ جب آپؒ کے شاگردانِ کرام اور خلفائے عظام علم کے اس اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز ہوں تو علم و عمل کی شعاعیں دور دور تک ماحول کو روشن کیوں نہیں کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تقریباً آٹھ صدیاں گزر جانے کے باجود اُن کا نام سنہری حروف میں لکھنے کو دل چاہتا ہے۔

۲۔ شیخ حسام الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے دوسرے عظیم خلیفہ کا نام شیخ حسام الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ آپؒ کے اشاعت دین کے سلسلے میں زندہ وجاوید کردار کو بہت سے لوگوں نے سراہا ہے۔ اُن میں سے ایک کا ذکر درج ذیل میں کیا جاتا ہے۔

علم زہد اور تقوی کی وجہ سے مشہور تھے علم فقہ میں خاص دلچسپی تھی ہدایہ نوک بر زبان تھی تصوف میں قوت القلوب اور احیاء العلوم ازبر تھیں۔ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے جب خلافت سے نوازا تو عرض کی اگر حکم ہو تو شہر میں نہ رہوں بلکہ جاری پانی کے کنارے سکونت اختیار کر لوں فرمایا نہیں شہر میں ہی رہو (کن کأحد من الناس) اس طرح رہو جیسے دوسرے لوگ رہتے ہیں۔ شیخ

حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ چشتیہ سلسلے کے مرکزی نظام سے تعلق رکھتے ہیں اور حضرت محبوب الٰہی نے آپ کے متعلق فرمایا تھا (شہر دہلی در حمایت اوست) کہ دہلی شہر اس کی حمایت میں ہے۔(۱۴)

خلافت کے حصول کے وقت آپ کے مرشد کی وصیت

جب خرقہ خلافت پہننے کا وقت آیا تو آپؒ اپنے مرشد کریم سے عرض کرتے ہیں کہ آپ نے خلافت تو عطا فرمادی ہے اب مجھے وصیت بھی فرمایئے کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ سلطان المشائخ نے آستین سے ہاتھ نکال کر شہادت کی انگلی سے مولانا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ترک دنیا ترک دنیا ترک دنیا۔(۱۵)

جب ہم سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مطالعہ کرتے ہیں تو اُن کی زندگی کا ہر ہر واقعہ اس بات کی واضح شہادت دیتا ہے کہ وہ دنیا کے لئے نہیں دین کے لئے پیدا کیے گئے تھے۔ اور جب ہم حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے اس فرمان "ترک دنیا ترک دنیا" میں غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ آپؒ اپنے خلفاء اور مریدین میں بھی تعلیمات نبوی اور کردار صحابہ کا رنگ دیکھنا چاہتے ہیں جو کہ اسلام کے نظام زہد کا ارفع و اعلیٰ مقام ہے۔ اور یہاں آپؒ کے قول سے مراد یہ ہرگز نہیں کہ جو نعمت اللہ تعالی آپ کو عطا فرماتا ہے اس کو قبول یا استعمال کرنے سے انکار کردیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے پیچھے اس طرح نہ پڑیں کہ دین کو بھول کر رہ جائیں۔ لیکن جو نعمتیں ملیں اُن کو ضرور استعمال کریں اور یہی معنی ہے اس آیت کریمہ کا: "وابتغ فيما آتاك الله الدار الآخرة ولا تنس نصيبك من الدنيا وأحسن كما أحسن الله إليك"۔(۱۶)

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ترک دنیا کی تعلیم دی گئی ہے لیکن ترک عمل کی تعلیم نہیں دی گئی ہے۔ یہ بات سمجھنا بہت ضروری ہے کیونکہ اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صوفیائے کرام خود بھی دنیا سے لاتعلق ہوتے ہیں اور عمل کی وادی سے بھی دور ہوتے ہیں لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے کیونکہ یہ بات حقیقت مسلمہ ہے کہ آج تک کسی صوفی نے ترک عمل کی تعلیم نہیں دی ہاں البتہ ترک دنیا کی تعلیم ضرور دی ہے۔ اور ترک دنیا کی تعلیم قرآن کریم میں اتنی بار دی گئی ہے کہ لگتا ہے کہ قرآن کریم دنیا کی محبت سرے سے دل سے اکھاڑ پھینکنا چاہتا ہے اور یہی صوفیائے کرام کا مطمع نظر ہے۔ جس آیت کا حوالہ ہم نے دیا ہے وہ بھی اس پر گواہ ہے کہ مسلمان کو دنیا سے

اپنے حصے سے زیادہ وصول کرنے کی تعلیم نہیں دی گئی ہے اور اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ دنیا کی محبت دل سے کم کر کے دین کی محبت زیادہ کر دی جائے جو کہ اسلام کی تعلیمات کا نچوڑ ہے۔

۳۔ مولانا فخر الدین زرادی

مولانا فخر الدین زرادی کا تعارف حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے خلیفہ مبارک کے طور پر تیسرے نمبر پر ذکر کیا جاتا ہے۔ آپؒ کے فضائل و مناقب متعدد کتابوں میں قلمبند ہوئے ہیں لیکن یہاں صرف ایک یا دو کتابوں کے حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (۱۷)

"در امر دین صلابت تمام داشت و عظمت وافر "

کہ دین کے امور میں نہایت پختگی اور بہت بڑا مقام رکھتے ہیں۔

مولانا علاء الدین نیلی رحمۃ اللہ علیہ

اود کے مشہور علماء میں سے تھے کشاف و مفتاح کے غوامض بیان کرنے میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے اپنے مرشد سے انہیں عشق تھا آپ کے ملفوظات (فوائد الفواد مرتبہ حسن سنجری) اپنے قلم سے لکھ کر رکھ لیے تھے اور اکثر ان کا مطالعہ کرتے۔ لوگوں نے پوچھا آپ کے پاس ہر فن کی معتبر کتابیں موجود ہیں ان ملفوظات کے علاوہ کسی اور کتاب کو کیوں نہیں پڑھتے جواب دیا میری نجات اس سے متعلق ہے۔

شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کے بعد چشتیہ سلسلے کے مرکزی نظام کو حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی نے سنبھالا ان میں اپنے پیر و مرشد کی بہت سی خوبیاں تھیں مصنف سیر الاولیاء کا بیان ہے:

"بوئے کہ از مجلس سلطان المشائخ می آمد آں بوئے از مجلس نصیر الدین محمود
رحمۃ اللہ علیہ بمشام جاں کاتب حروف رسیدہ است"

جو خوشبو سلطان المشائخ کی مجلس سے آتی تھی ویسی ہی خوشبو شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کی مجلس سے آتی تھی۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی نے ابتدائے حال میں امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ

کے ذریعے پیر سے درخواست کی تھی کہ ان کو کسی تنہائی کے مقام پر رہ کر عبادت کرنے کی اجازت دی جائے حضرت محبوب الٰہی نے جواب دیا:

"شیخ نصیر الدین سے کہ دو کہ تمہیں خلق میں رہنا لوگوں کے جور و ظلم کے مصائب جھیلنے چاہییں اور ان کے عوض میں بذل و ایثار اور سخاوت و بخشش کرنا چاہیے۔"

پیر و مرشد کے اس فرمان پر وہ آخری دم تک عامل رہے۔ کوئی جفا و قفا ایسی نہ تھی جس سے انھیں دوچار نہ ہونا پڑا ہو لیکن ان کی زبان پر کبھی حرف شکایت نہ آیا اور ان کے پائے ثبات میں کبھی لغزش پیدا نہ ہوئی۔ حضرت چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے سلسلے کا کام انتہائی نامساعد حالات میں کرنا پڑا دہلی کا شہر ایک مطلق العنان بادشاہ کے بدلتے ہوئے افکار کا بازیچہ بنا ہوا تھا ایسے بحرانی دور میں کل ہند روحانی نظام چلانے کے لیے بڑی فکری اور عملی صلاحیتیں درکار تھیں حضرت چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مضبوط چٹان کی طرح اپنی جگہ پر قائم رہے اور ہمت و استقلال کے ساتھ کام کرتے رہے باد مخالف کے بہت سے تند و تیز جھونکے آئے اور سلطان وقت محمد بن تغلق نے انھیں طرح طرح سے پریشان بھی کیا لیکن انھوں نے اپنے پیر کے حکم سے سر مو انحراف نہ کیا۔ اقبال نے سچ کہا ہے:

خدا کے پاک بندوں کو حکومت میں غلامی میں
زرہ کوئی اگر محفوظ رکھتی ہے تو استغنا

انکی خانقاہ میں عقیدت مندوں کے ہجوم کا یہ حال رہتا کہ انکو سونے کا وقت نہ ملتا تھا۔

چشتیہ سلسلے کے عروج کی مرکزی شخصیت

چشتیہ سلسلے کی تاریخ کے وہ دور جو حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے شروع ہوا شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی پر ختم ہو گیا اس دور کی خصوصیات یہ تھیں:

۱۔ چشتیہ سلسلے کا ایک مرکزی نظام تھا اسی مرکز سے تمام متعلقین سلسلہ کی روحانی اور اخلاقی زندگی کی اصلاح و تربیت ہوئی تھی۔ خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء اور مریدین ملک کے دور دراز علاقوں میں کام کرتے تھے لیکن انکی نگاہیں ہمیشہ اجمیر دہلی یا اجودھن کی طرف لگی رہتی تھیں وہ اپنے آپ کو ایک مرکزی نظام کے تحت تصور کرتے تھے۔

۲- امراء سلاطین سے کسی قسم کا تعلق رکھنا روحانی سعادت کے منافی سمجھا جاتا تھا گزر اوقات کے لیے یا تو زمین کا کوئی حصہ کاشت کر لیتے یا بغیر مانگے جو کوئی چیز مل جاتی اس پر قناعت کر لیتے حکومت کی ملازمت کی طرف ذرا سا بھی رجحان پاتے تو فورا خلافت نامہ واپس لے لیتے۔ حضرت چراغ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سلسلے کے یہ دو بنیادی اصول ماضی کی داستان بن کر رہ گئے مرکزی نظام تباہ ہو گیا سلسلے کے بہت سے نوعمر افراد نے حکومت وقت سے تعلق پیدا کر لیا اور اپنا بیشتر وقت اسی میں صرف کرنے لگے۔

بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے برسوں پہلے تنبیہ فرمائی تھی کہ:

"لو أردتم بلوغ درجة الكمال فعليكم بعدم الالتفات إلى أبناء الملوك ."

ترجمہ: اگر درجہ کمال تک پہنچنا ہے تو بادشاہوں کے بیٹوں سے دور رہو۔

تربیت مریدین میں عبادات کی پابندی

آپ کے ایک پیارے مرید حسن سنجری فرماتے ہیں:

"ایک روز آپ نے مجھے فرض نمازیں و چاشت اور چھ رکعات نماز اوابین بعد نماز مغرب کے پڑھنی اور ایام بیض کے روزے رکھنے کے لئے حکم فرمایا"۔ آپؒ کا اس حدیث کے عین مطابق ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"صيام ثلاثة أيام من كل شهر صيام الدهر و أيام البيض صبيحة ثلاث عشرة و أربع عشرة و خمس عشرة." (۱۸) "یعنی ہر مہینہ میں تین روزے رکھنے کی مثال ایسی ہے گویا ساری عمر روزے رکھے جائیں، اور ایام بیض (سے مراد مہینے کے) تیرھویں چودھویں اور پندرھویں دن ہے"۔ اسی طرح دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے: "صوم ثلاثة أيام من كل شهر صوم الدهر كله." (متفق عليه) (۱۹)، "یعنی ہر مہینے کے تین روزے ساری عمر روزہ رکھنے کے برابر ہیں"

اور ارشاد فرمایا کہ متقی اور تائب برابر ہیں۔ متقی وہ ہے جس نے اپنی عمر میں کبھی گناہ نہ کیا ہو اور کوئی معصیت اس سے سرزد نہیں ہوئی اور تائب وہ جس سے گناہ سرزد ہوئے اور اس نے توبہ کی۔

اس کے بعد پھر ارشاد فرمایا کہ دونوں برابر ہیں بحکم حدیث شریف: "التائب من الذنب کمن لا ذنب له"(۲۰) یعنی مثال گناہوں سے توبہ کرنے والے کی ایسی ہی ہے گویا اس نے گناہ ہی نہیں کیا۔

اور یہ بات بھی اس محل میں ارشاد فرمائی کہ جس نے گناہ کیا اور گناہ سے لذت حاصل کی ہر صورت میں جب تائب ہو کر نیک عمل کرے گا اطاعت سے بھی اس کو ذوق حاصل ہو گا۔ ممکن ہے کہ ایک ذرہ اس راحت کا جو اس کو اس طاعت میں حاصل ہو گناہوں کے تمام کھلیانوں کو جلا ڈالے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اللہ والوں نے ہمیشہ اپنی ذات کو پوشیدہ رکھا ہے اللہ تعالی نے ان کے کمال کو ظاہر فرمایا ہے۔ یہ بیان فرما کر ارشاد فرمانے لگے کہ خواجہ ابوالحسن نوری نوّر اللہ مرقدہ مناجات میں فرمایا کرتے تھے کہ یاالٰہی تو اپنے شہروں میں مجھے اپنے بندوں سے پوشیدہ رکھ۔ ہاتف غیب نے انہیں آواز دی کہ: اے ابوالحسن حق بات کو کوئی شے چھپا نہیں سکتی اور حق پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔(۲۱)

اور اسی محل میں حضرت خواجہ دام اللہ برکاتہ نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ اس رستہ میں خواجگی و غلامی بالکل نہیں ہے جو شخص عالم محبت میں درست آیا کام اس کا بن گیا۔(۲۲)

تربیت مریدین

بروز جمعہ ۲۲ ماہ شعبان سنہ مذکور دامت حرمت سن مذکور میں دولت قدم بوسی حاصل ہوئی مجھ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ چھ رکعت نماز بین العشائین جس کے لئے تم کو کہا گیا ہے پڑھتے ہو یا نہیں میں نے عرض کی کہ بصدق خواجہ پڑھتا ہوں۔ اس کے بعد روزہ ایام بیض اور چاشت کے بارے میں دریافت کیا میں نے عرض کیا کہ جی ان کی بھی پابندی کرتا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ چار رکعات صلوۃ سعادت بھی پڑھا کرو میں نے سر تسلیم خم کیا اور یہ سعادت دوسری سعادتوں کے ساتھ پیوست ہوئی۔ والحمد للہ علی ذلک۔(۲۳)

قرآن سے محبت

حکایت اسی معنی کے مناسب ارشاد فرمائی کہا: ایک شب شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس سری العزیز نے اپنے دوستوں سے ارشاد فرمایا کہ تم میں کوئی ایسا شخص ہے کہ آج کی رات دو رکعت

تمام کرے اور ایک رکعت میں کامل قرآن شریف پڑھ جائے۔ حاضرین میں سے کسی ایک نے بھی اس امر کی کفالت نہ کی۔ شیخ بہاؤ الدین زکریا خود کھڑے ہو گئے اور رکعت اول میں تمام قرآن شریف ختم کیا بلکہ چار سپارے اور زیادہ پڑھے اور رکعت دوم میں سورہ اخلاص پڑھی اور نماز تمام کی۔ (۲۴)

اتباع نبوی

اس کے بعد گفتگو طاعت مشائخ کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ ابو سعید ابو الخیر قدس سرہ العزیز فرماتے تھے کہ جو کچھ مجھے حاصل ہوا متابعت نماز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ میں نے ہر نماز جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائی پڑھی۔ ایک وقت مجھے معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز معکوس بھی پڑھی ہے۔ میں نے رسی اپنے پاؤں سے باندھی اور کنوئیں لٹک کر نماز منکوس ادا کی۔ جب آپ نے یہ حکایت تمام فرمائی مجھ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا، جو شخص مقامات اعلی پر پہنچا حسن عمل سے پہنچا اگرچہ فیض ایزدی سب پر شامل ہے لیکن جدوجہد کرنا چاہیئے۔ (۲۵)

تزکیہ و تصوف علوم اسلامیہ کی ایک برانچ ہے، کیسے؟

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس کے تین درجے ہیں۔ سالک، واقف اور راجع۔ سالک وہ ہے جو راہ پر چلے اور واقف وہ ہے جس کو وقفہ ہو بندہ نے عرض کیا کہ سالک کو بھی وقفہ ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں جس وقت سالک کی طاعت میں فتور ہو جاتا ہے۔ ذوق طاعت اس کو حاصل نہیں ہوتا جب تک اس کو ذوق حاصل نا ہو وقفہ میں رہتا ہے۔ اگر جلد ذوق حاصل کرنا چاہے انابت لائے پھر مقالات سلوک کا سالک ہو جاتا ہے اگر عیاذاً باللہ اسی حالت میں گرفتار رہے پس وہ راجع ہو جاتا ہے۔ (۲۶)

اس کے بعد اس راہ کی لغزش کی سات قسمیں بیان فرمائیں کہ اسماء ان کے اعراض، حجاب، تفاصل، سلب مزید، سلب قدیم، تسلی اور عداوت ہیں۔ اس کے بعد اس کی تفصیل اس تمثیل کے ذریعہ سے بیان فرمائی کہ دو دوست ہوں باہم گر عاشق و معشوق ایک دوسرے کی محبتمیں مستغرق اس حالت میں اگر معشوق عاشق کی جانب سے کوئی حرکت یا قول یا فعل ایسا ملاحظہ کرے جو لائق حال اس کے نہ ہو تو یقینا معشوق کو عاشق سے ایک طرح کی رکاوٹ پیدا ہو گی پس عاشق کو

واجب ہے کہ اس امر کے دریافت ہوتے ہی استغفار میں مصروف ہو اور عذر معذرت کرے لازما دوست اس سے راضی ہو جائے گا اور تھوڑی سی رکاوٹ جو اس ناپسندیدہ حرکت کے دیکھنے سے ہوتی تھی ناچیز دور ہو جائے گی۔ لیکن اگر محب اس خطا پر اصرار کرے اور کوئی عذر درمیان میں نہ لائے تو یہ رکاوٹ حجاب سے تبدیل ہو جائے گی۔ معشوق حجاب کرے گا۔ جس وقت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے یہ ارشاد فرمایا حجاب کی تمثیل ظاہر کرنے کے لئے اپنی آستین مبارک اس انداز سے اٹھائی کہ پیراہن آستین سے روئے انور اور حضرین کے درمیان حجاب ہو گیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب اس طرح کا پردا محب اور محبوب کے درمیان ہو جائے پس محب کو واجب اور لازم ہے کہ عذر و توبہ کرے کہ یہ حجاب اور اعراض جاتا رہے۔ اگر حجاب پر بھی سہل انکاری رہے یہ حجاب مبدل و تفاصل ہو گا۔ یعنی دوست اس سے جدا ہو جائے گا۔ اول اعراض سے زیادہ نہ تھا بعد اس کے حجاب ہوا، جب حجاب ہونے پر عذر نہ کیا یہ حجاب تفاصل میں بدل گیا پس اگر اس وقت بھی عذر نہ کیا سلب ہو جائے گا اور وہ مزید جو اس کو حصول ذوق طاعت و عبادت میں تھا آئندہ نہ ہو گا یعنی دوست کی نظر سے گر جائے گا۔ اگر اس حالت میں بھی عذر و معذرت ن کی اسی بطالت پر رہا آگے اس کے سلب قدیم ہو گا۔ یعنی طاعت میں راحت جو قبل از بند ہونے مزید کے حاصل تھی وہ بھی واپس لے لی جائے گی۔ پس اگر اس حالت کے لاحق ہونے پر بھی توبہ نہ کی اور عذر تقصیر نہ کیا درجہ تسلی میں جا پڑے گا یعنی دوست اسکی جدائی پر دل دھرے گا۔ اگر اس کے بعد بھی اپنی عادت قدیم پر قائم رہا اور انابت درمیان میں نہ لایا عداوت پیدا ہو گی یعنی وہ محبت جو ابتداء میں تھی عداوت میں بدل جائے گی۔ نعوذ باللہ من ذلك ۔(۲۷)

بادشاہوں سے بے نیازی

روز جمعہ ۵ شوال سنہ مذکور قدم بوسی حاصل ہوئی گفتگو ترک و تجرید کے بارے میں ہو رہی تھی۔ اسی اثناء میں کہ ایک درویش بغایت فقر و مسکنت یعنی تنگی میں مبتلاء تھا۔ اکثر بھوکا رہنے کی وجہ سے اس کا پیٹ کمر کے ساتھ جالگا تھا کہ راستہ میں خواجہ محمود پٹوہ سے جو مرے دوست ہیں ملاقات ہوئی انہوں نے دانگ (نام ایک تانبہ کے سکہ کا) اس کو دینا چاہا، انہوں نے جواب دیا کہ اے خواجہ میں نے آج کٹھل پیٹ بھر کے کھائی ہے اور روزی کی جانب سے آج کے لئے استعفا حاصل کر لیا ہے مجھے آج اس سکے کی حاجت نہیں ہے معاف فرمایئے یہ بیان فرما کر حضرت ذکر اللہ بالخیر اس کی سچائی پر تعجب کرنے لگے اور ارشاد فرمایا زہے قناعت و قوت صبر اور اسی موقع پر یہ

حکایت قناعت اور ماسوائے اللہ سے طمع قطع کرنے کے بارے میں ارشاد فرمائی کہ ایک بزرگ تھے نام ان کا شیخ علی تھا۔ ایک روز پاؤں لمبے کیے ہوئے اور خرقہ اس پر ڈال کر خرقہ میں بخیہ لگا رہے تھے اسی حالت میں ان سے کہا گیا کہ خلیفہ آتا ہے وہ اسی طرح پیر پسارے ہوئے خرقہ سیتے رہے مطلق اپنی حالت میں فرق نہیں کیا، خلیفہ آیا سلام کر کے بیٹھ گیا، آپ نے سلام کا جواب دیا ایک حاجب نے جو خلیفہ کے ساتھ آیا تھا کہا کہ اے شیخ پیر سمیٹ لیجئے آپ نے اس کو جواب نہ دیا اور نہ اس کے سوال پر توجہ دی، حجب نے دو تین مرتبہ پھر آپ سے پیر سمیٹنے کے لئے کہا، البتہ جب بادشاہ روانہ ہونے لگا آپ نے ایک ہاتھ وے خلیفہ کا ہاتھ پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے اس حاجب کا ہاتھ پکڑا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھ سکوڑ لئے ہیں روا ہے کہ دونوں پیر پھیلا دوں یعنی نہ مجھے آپ سے کچھ خواہش ہے اور نہ آئندہ آپ سے کچھ طمع رکھتا ہوں اور نہ کچھ لینا چاہتا ہوں روا ہے اگر پاؤں پھیلا دوں۔ (۲۸)

دین و دنیا کا تعلق اور مسلمان

اس کے بعد گفتگو اصل سلوک کے بارے میں ہوئی کہ نچوڑ اس امر کا کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص حضرت خواجہ اجل شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ارادت لایا خواجہ کے فرمان کا منتظر تھا کہ آپ اس کو نماز روزہ اور اوراد کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں خواجہ نے اس کو یہ تلقین فرمایا کہ جو چیز تم اپنے لئے روا نہ رکھو دوسرے کے لئے بھی پسند نا کرو۔ جو اپنے لئے چاہو وہی دوسرے کے واسطے بھی چاہو، الغرض وہ مرید یہ سن کر چلا گیا اور بعد مدت کے واپس آیا اور عرض کی کہ جس روز سے آپ کی حلقہ بگوشی میں داخل ہوا ہوں اس روز سے اس امر کا منتظر ہوں کہ آپ مجھے نماز روزہ اور اوراد کے متعلق کیا تلقین فرماتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس روز تم مرید ہوئے ہو اس روز تم کو کیا سبق دیا گیا تھا وہ شخص حیران ہوا اور کوئی جواب نہ دیا۔ اجل شیرازی رحمۃ اللہ علیہ متبسل ہوئے اور کہا کہ میں نے اس روز تم کو یہ سبق دیا تھا کہ جو چیز تم اپنے لئے روا نہ رکھو دوسرے کے لئے بھی پسند نا کرو تم نے وہ بات یاد نہ رکھی جب ایک سبق بھی یاد نہ ہوا تو آگے کیوں کر دیا جائے۔ اس حکایت کے اتمام کے بعد آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ تھے جو اکثر فرمایا کرتع تھے کہ نماز، روزہ، اوراد و وظائف یہ جملہ حوائج یعنی ضروریات دیگ ہیں اصل دیگ میں گوشت ہونا چاہیئے، جب گوشت ہی نہ ہو گا ان مصالحوں سے کیا ہو سکتا ہے، کسی نے ان سے اس امر کی تشریح چاہی فرمانے لگے کہ گوشت ترک دنیا ہے اور نماز، روزہ اور

اوراد و ظائف مصالحہ جات ہیں مرد کو لازم ہے کہ اول ترک دنیا کرے اور کسی چیز سے تعلق نہ رکھے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور دیگر وظائف میں مشغول رہے تو کچھ ڈر نہیں۔ لیکن اس حالت میں محبت دنیا اس کے دل میں بھری ہوئی ہے ادعیات و اوراد سے اس کو کچھ حاصل نہ ہو گا، اس کے بعد حضرت ذکر اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ اگر گھی بونگ لہسن پیاز اگر دیگ میں ڈالیں اور بگھاریں اور پانی ڈال کر شوربہ کریں اسے شوربائے زدرہ مزدرہ کہتے ہیں یعنی جھوٹا شوربا۔ اصل شوربا وہی ہے جس کی اصل گوشت سے ہو خواہ اس میں مصالحہ جات ڈالے جائیں یا نہ ڈالے جائیں۔

اسکے بعد ترک دنیا کی تحقیق میں تذکرہ ہو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ترک دنیا کے یہ معنی نہیں کہ ننگا ہو کر لنگوٹ باندھ کر بیٹھ رہے بلکہ ترک دنیا یہ ہے کہ لباس پہنے، کھانا کھائے اور جو فتوحات سے حاصل ہوں لیتا دیتا رہا جمع نہ کرے اور اپنی طبیعت کو کسی کی جانب متعلق نہ کرے۔(۲۹)

مکروہ شے کو ترک کرنے سے اللہ تعالی عمدہ شے دیتا ہے

دولتِ قدم بوسی حاصل ہوئی آپ نے ازراہ کرم مجھ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ خلاف معمول آنے کا کیا سبب ہے میرے حاضر ہونے کا دن روز آدینہ تھا بندہ نے عرض کیا سعادت قدم بوسی جس روز بھی میسر ہو باعث سعادت ہے آپ نے تحسین فرما کر ارشاد فرمایا کہ بہت بہتر تشریف لایئے جو کچھ غیب سے میسر ہو بہت خوب ہوتا ہے۔

اس کے بعد گفتگو دربار صحبت ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ صحبت میں بہت بڑا اثر ہے۔

اس کے بعد گفتگو ترک دنیا ہوئی آپ نے اس کے چھوڑنے کے لئے بہت غلو فرمایا۔ اور اسی ضمن میں ارشاد فرمایا کہ ایسا کوئی شخص نہیں ہوا جس نے مکروہ چیز کو چھوڑا ہو اور اسے کوئی شریف و عمدہ چیز حاصل نہ ہوئی ہو۔(۳۰)

تصوف میں کھانا کھلانے کی اہمیت

اور اسی ضمن میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ علی بڑے صاحبزادے خواجہ رکن الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے فتنہ کفار میں گرفتار ہوئے، لشکری ان کو پکڑ کر چنگیز خان کے پاس لے گئے دربار چنگیز خان میں ایک شخص جو وہاں مکنت رکھتا تھا اور آپ کے خاندان کے مریدوں میں داخل تھا حاضر تھا، جب اس نے پسر رکن الدین چشتی کو گرفتار دیکھا حیران ہوا اور خیال کرنے لگا کہ چنگیز خان کے سامنے کسی حیلہ سے سفارش کروں، اگر یہ کہا جائے کہ یہ بزرگ زادے ہیں تو وہ کچھ

خیال نہ کرے گا اور اگر یہ کہا جائے کہ عابد زادہ اور متقی شخص ہیں تو بھی مؤثر نہ ہو گا۔ قصہ مختصر بعد تامل بسیار چنگیز خان کے سامنے جا کر عرض کی کہ اس شخص کا باپ بہت بڑا بزرگ تھا، ہمیشہ خلق خدا کو کھانا کھلاتا تھا اسے چھوڑ دینا چاہیئے۔ چنگیز خان نے پوچھا اپنے گھر والوں کو کھلاتا تھا یا باہر والوں کو۔ سفارش کنندہ نے جواب دیا کہ خلق اللہ کو کھانا کھلاتا تھا۔ اپنے گھر کے آدمیوں کو تو سبھی کھلاتے ہیں ان کو کھلانا کوئی بڑی بات نہیں یہ تمام عالم کی رسم ہے، چنگیز خان یہ بات سن کر بہت خوش ہوا اور بولا فی الواقع بزرگ وہی شخص ہے جو خلق خدا یعنی بیگانوں کو کھانا کھلائے اور حکم دیا کہ خواجہ علی کو فورا آزاد کر دیں۔ جب خلاص ہو گئے تو چنگیز خاں نے معذرت کر کے خلعت دے کر رخصت کیا۔ (۳۱)

تصوف بھی باقی علوم کی طرح ایک علم ہے: اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ خلق خدا کو کھانا کھلانا کل مذاہب میں پسندیدہ ہے، اس کے بعد گفتگو خطرات، عزیمت فعل کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خطرہ یہ ہے کہ کوئی امر دل میں گذرے اس کے بعد عزیمت ہوتی ہے یعنی دل میں اس کے کرنے کا عزم ہو، اس کے بعد فعل ہے اور عزیمت منجر بفعل ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ عوام کی جب تک ان سے فعل نہ صادر ہو گرفت نہیں ہوتی لیکن خواص کے خطرہ پر بھی مواخذہ ہوتا ہے۔ آدمی کو چاہیئے کہ ہر حال میں اللہ کی جانب رجوع کرے اور اسی کی ذات کی پناہ لائے کیونکہ خطرہ، عزیمت و فعل سب اللہ تعالی کے پیدا کردہ ہیں۔ (۳۲)

تصوف میں عبادت کی اہمیت

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ فی الواقع درویشوں کی زندگی یہ ہی ہے کہ وہ یاد خدا میں مصروف رہیں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ خواجہ میر گرامی نام کے تھے، ایک بزرگ صاحب حال کو ان سے ملاقات کی آرزو ہوئی اور اشتیاق غالب آیا۔ اس درویش کی یہ کرامت تھی کہ جو وہ خواب میں دیکھتے بعینہ اس کا ظہور عالم دنیا میں ہوتا تھا۔ الغرض وہ اپنے مقام سے ملاقات کے لئے روانہ ہوئے راستے میں ان کو یہ خواب دکھائی دیا کہ خواجہ میر گرامی نے انتقال فرمایا۔ صبح بادل ملول اٹھے کہ صد افسوس دور دراز راہ صرف ان کی ملاقات کے لئے طے کی اور ملاقات نہ ہو پائی خیر اب ان کی قبر کی زیارت کرنی چاہیئے، قصہ مختصر اس مقام سے روانہ ہو کر میر گرامی کے گاؤں پہنچے اور بسبب عدم واقفیت مکان و موضع قبر دریافت کرنا شروع کی، ہر شخص یہ ہی جواب دیتا کہ خواجہ میر گرامی ابھی زندہ ہیں ان کی قبر کیوں کر ہو گی، یہ درویش یہ سن کر حیران ہوتے تھے کہ

یہ جواب ان کے خواب کے بر عکس تھا۔ آخر الامر میر گرامی کی خدمت میں پہنچے، سلام کیا جواب پایا اور پہلی بات جو خواجہ میر گرامی نے ان سے کی وہ یہ تھی کہ آپ کا خواب دروغ نہیں صحیح ہ، میں ہمیشہ یاد حق میں مصروف رہتا ہوں، جس رات آپ نے خواب دیکھا میں تھوڑی دیر کے لئے یاد الٰہی سے غافل ہو گیا تھا اسی وجہ سے عالم میں ندا ہوئی کہ میر گرامی نے انتقال کیا۔ (واللہ اَعلم)

پھر ارشاد فرمایا کہ آداب درویشی میں یہ امر داخل ہے کہ سال میں چار ماہ روزے رکھے جائیں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس کی تقسیم یہ ہے کہ تین ماہ متواتر اور دس روز اول ماہ محرم اور ۹ روز اول ماہ ذی الحجہ اور دس روز دیگر ایام متبرکہ میں روزے رکھنے چاہئیں کہ ثلث سال کامل یعنی چار ماہ پورے ہو جائیں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ روزے اس طرح بھی تقسیم کیے گئے ہیں یعنی ہفتہ میں دو روز مثل دوشنبہ و پنجشنبہ کو مدام روزہ رکھنے سے بھی ثلث سال کامل ہو جاتا ہے۔ (۳۳)

اصطلاحات صوفیاء کا استعمال

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حوصلہ بلند و وسیع رکھنا چاہیئے کہ اسرار دوست حاصل ہوں اور ان کو اَصحاب صحو کہتے ہیں، بندہ نے دریافت کیا کہ مرتبہ اَصحاب سکر کا زیادہ ہے یا اَصحاب ہوشیاری کا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مرتبہ اَصحاب صحو کا بلند و زیادہ ہے۔ (۳۴)

حوالہ جات و حواشی

[۱]۔ مفتی غلام سرور لاہوری، حدیقۃ الاولیاء، تحقیق و تعلیق: محمد اقبال مجددی، تصوف فاؤنڈیشن لاہور پاکستان، ص: ۸۲-۸۳

[۲]مفتی غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء، مکتبہ نبویہ، لاہور۔ طبع اول، شوال المکرم ۱۴۱۰ھ، ص: ۱۷۵-۱۷۶

[۳]۔ خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت، ناشر: مشتاق بک کارنر، لاہور، تاریخ طباعت غیر مذکور، ص: ۱۹۱

[۴]۔ مفتی غلام سرور لاہوری، حدیقۃ الاولیا، تصوف فاونڈیشن، لاہور، طبع اول، ۱۴۲۰ھ، ص ۸۳

[۵]سورۃ آل عمران: ۳۱

[۶]۔ خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت، ص: ۱۹۳

[۷]سورۃ الطلاق: ۲-۳

[۸]سورۃ الطلاق: ۴

[9] سورة ھود:۱۲۳

[10]۔ نفس المصدر، ص:۱۹۴

[11]۔ الراوي :عبداللہ بن عباس المحدث :ابن حجر العسقلاني -المصدر :فتح الباري لابن حجر - الصفحة أو الرقم:۱۳/ ۴۸۰

[12]۔ نفس المصدر، ص:۱۹۵

[13]- تاریخ مشائخ چشت، ص:۱۹۷، اخبار الاخیار ص:۹۷، ماثر الکرام ص:۱۸۲

[14] تاریخ مشائخ چشت، ص:۱۹۷-۱۹۸

[15]- سیر الاولیاء، ص:۴۱۳

[16]- سورۃ القصص:۷۷

[17]- اخبار الاخیار، ص:۹۰-۹۱، تاریخ مشائخ چشت، ص:۱۹۸

[18]۔ سنن النسائي ۴/ ۲۲۱، برقم: ۲۴۲۰، والمعجم الكبير للطبراني ۲/ ۳۵۶، برقم: ۲۴۹۹، والمعجم الأوسط للطبراني ۷/ ۲۹۸، برقم: ۷۵۵۰، والمعجم الصغير للطبراني ۲/ ۱۳۴، برقم: ۹۱۳، ومسند أبي يعلى ۱۳/ ۴۱۳، برقم: ۷۵۰۴، وحسنه الألباني في صحيح الجامع الصغير ۱/ ۷۳۰، برقم: ۷۲۹۶، وعلق عليه حسين سليم أسد في تحقيقه لمسند أبي يعلى فقال: رجاله ثقات.

[19]۔ (ا) صحيح البخاري ۲/ ۶۹۸، برقم: ۱۸۷۸

[20]۔ الراوي :عبداللہ بن عباس المحدث :ابن حجر العسقلاني -المصدر :فتح الباري لابن حجر - الصفحة أو الرقم: 13/480

[21]۔ حضرت امیر حسن علا سنجری (مرتبہ)، فوائد الفؤاد، مطبع منظور بک ڈپو، بلبلی خانہ دہلی، طبع دوم، ۱۹۹۲ء، ص۵۸

[22]۔ نفس المصدر: ص ۶۰

[23] نفس المصدر، ص:۶۲

[24]۔ نفس المصدر، ص:۶۲

[25]۔ نفس المصدر، ص:۶۳

[26]۔ نفس المصدر، ص:۷۲

[27]۔ نفس المصدر، ص:۷۶، ۷۷

[28]۔ نفس المصدر، ص:۶۴

[۲۹]۔ نفس المصدر: ص۶۴، ۶۵

[۳۰]۔ نفس المصدر، ص:۶۹

[۳۱]۔ نفس المصدر، ص:۷۸

[۳۲]۔ نفس المصدر، ص:۷۸

[۳۳]۔ نفس المصدر، ص:۸۰، ۸۱

[۳۴]۔ نفس المصدر، ص:۷۱